سورۃ التغابن

اس میں بالاتفاق اٹھارہ آیات ہیں اور اکثر نے کہا کہ یہ مدنی ہے۔ضحاک نے کہا یہ مکی ہے۔اور کلبی نے کہا یہ مکی اور مدنی ہے۔اور یہی ابن عباسؓ نے کہا اور ذکر کیا۔قول تعالیٰ یاایھاالذین امنوا ان من ازواجکم واولادکم عدولکم فاحذروھم. آخر سورہ تک مدینہ میں نازل ہوئی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۱) **يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَافِي الْاَرْضِ** (ترجمہ:۔اللہ کی پاکی بیان کرتی ہیں جو چیزیں آسمانوں اور زمین میں ہیں) زمین اور آسمانوں کی جمیع مخلوقات اللہ کی پاکی بیان کرتی ہیں۔ **لَهُ الْمُلْكُ** (ترجمہ:۔اسی کی بادشاہت ہے) یعنی تمام قدرت۔ **وَلَهُ الْحَمْدُ** (ترجمہ:۔اور وہی تعریف کے لائق ہے۔) اس کی مکمل قدرت ہونے کی وجہ سے ہر شئے کو از سر نو پیدا کیا‘ اس کو لباس وجود پہنایا‘ بہترین طریقہ پر پرورش کی پس حمد اسی کے لئے مخصوص ہے۔ **وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ** (ترجمہ:۔اور وہ ہر شئے پر قادر ہے) کیونکہ تمام مقدورات کی طرف اس کی قدرت کی اضافت یکساں ہے۔

(۲) **هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ** (ترجمہ:۔وہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا) یعنی ازل میں ہی تمہاری تخلیق کو مقدر کر دیا۔اور کہا جاتا ہے کہ تمہیں نئے سرے سے پیدا کیا اور نئے سرے سے پیدا ہونا تمام مبادی پر مشتمل ہے چاہے اچھے ہوں یا برے پس جس میں خیر وسعادت ہوتی ہے وہ ہدایت وایمان کو اختیار کرتا ہے اور وہ اس کے لئے آسان ہو جاتے ہیں اور جس میں شر وشقاقت ہوتی ہے وہ گمراہی کو اختیار کرتا ہے۔اور وہ اس کے لئے آسان ہو جاتے ہیں۔ **فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ** (ترجمہ:۔پس تم میں سے بعض کافر ہیں اور بعض مومن) ضحاک نے کہا کہ تم میں کچھ پوشیدہ طور پر کافر ہیں مگر اعلانیہ مومن ہیں جیسے منافق اور تم میں کچھ خفیہ طور پر مومن ہیں مگر اعلانیہ طور پر کافر ہیں جیسے عمار بن یاسر اور وہ جو ایمان لانے کے بعد کفر پر مجبور کیا گیا ہو۔اور عطاء نے کہا تم میں کچھ اللہ کے منکر ہیں اور ستاروں پر ایمان لانے والے ہیں اور کچھ اللہ پر ایمان لانے والے ہیں۔لیکن ستاروں کے منکر ہیں۔زجاج نے کہا اللہ نے کافر اور اس کے فعل کفر کو پیدا کیا اور اس کی طلب کو باوجود اس کے کہ اللہ خالق ہے کفر کا۔اور اس نے مومن اور اس کے فعل ایمان کو پیدا کیا اور اس کے کسب کو بھی پیدا کیا۔جبکہ اللہ تعالیٰ ایمان کا خالق ہے۔اور ابواسحاق نے کہا اللہ نے ماؤں کے پیٹ میں تمہیں کافر اور مومن پیدا کیا اور اسی پر اللہ کا یہ قول دلالت کرتا ہے۔ان اللہ یبشرک بیحیٰ مصدقا بکلمۃ من اللہ (آل عمران ۳۹) (خدا تمہیں یحیٰ کی بشارت دیتا ہے جو خدا کے فیض کی تصدیق کریں گے) کیونکہ وہ بھی اپنی ماں کے پیٹ میں مومن تھے۔ **وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ** (ترجمہ:۔اور تم جو کچھ کرتے ہو اللہ دیکھتا ہے) یعنی تمہارے کفر اور ایمان کو جاننے والا ہے۔

(۳) **خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ** (ترجمہ:۔اسی نے آسمانوں اور زمینوں کو ٹھیک پیدا کیا) امام رازی نے کہا حکمت کے موافق قدیم ارادہ کے ساتھ اور کہا جاتا ہے بالحق کے معنی وللحق ہیں اور وہ بعثت ہے۔شیخ اکبر اور حکماء نے کہا عقل

اول کے ساتھ ہے اور پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ **وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ** (ترجمہ:۔اور تمہاری صورتیں بنائیں سو اچھی بنائیں) یعنی بہت ہی عمدہ اور مستحکم۔ **صُوَرَكُمْ** (تمہاری صورتیں) تصویر کے معنی ہیں خطوط کھینچنا اور خطیں بنانا۔ کہا جاتا ہے مخاطب بنو آدم ہیں۔ اور کہا جاتا ہے کل مخلوق ہے۔ اور یہ صحیح ہے۔ جمہور نے پڑھا صُورکم صاد پر پیش کے ساتھ اور زید بن علی اور ابورزین نے اسے زیر کے ساتھ پڑھا ہے اور قیاس ہے کہ پیش ہی صحیح ہے۔ **وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ** (ترجمہ:۔پس اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے) دار آخرت میں۔

(۴) **يَعْلَمُ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ** (ترجمہ:۔وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے) یعنی اس پر دونوں جہاں کی کوئی شئے مخفی نہیں۔ **وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ** (ترجمہ:۔وہ جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو) یعنی اسے پوشیدہ رکھتے ہو۔ **وَمَا تُعْلِنُوْنَ** (ترجمہ:۔اور جو تم ظاہر کرتے ہو) یعنی اسے سامنے لاتے ہو۔ **وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ ۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ** (ترجمہ:۔وہ دلوں تک کی بات جانتا ہے) خطیب نے کہا ان تینوں میں سے ہر ایک اپنے ماقبل سے مخصوص ہے اور یہ اشارہ اس امر کا ہے کہ اللہ کا علم کلیات وجزئیات پر محیط ہے۔ اور کوئی بھی چیز اس کے قریب نہیں ٹھیر سکتی ہے۔ پس حق ہے کہ اس سے ڈرا جائے اور بچا جائے۔

(۵) **اَلَمْ يَاْتِكُمْ** (ترجمہ:۔کیا تم تک نہیں آئی) یہ خطاب کافروں سے استفہام ڈانٹ ڈپٹ کے طور پر ہے **نَبَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ** (ترجمہ:۔ان لوگوں کی خبر جنہوں نے تم سے پہلے کفر کیا) جیسے قوم نوح اور گذشتہ کافر امتیں۔ **فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ** (ترجمہ پھر انہوں نے اپنے اعمال کا وبال چکھا) وبال بمعنی بھاری پن اور شدت۔ **وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ** (ترجمہ:۔ان کے لئے دردناک عذاب ہے) آخرت میں۔

(۶) **ذٰلِكَ** (ترجمہ:۔یہ) اشارہ ہے اس کی طرف جو وبال ذکر کیا گیا۔ **بِاَنَّهٗ** (ترجمہ:۔اس سب سے) جو ان کی ضمیر الشان ہے۔ **كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ** (ترجمہ:۔ان کے پاس ان کے رسول دلائل واضح لے کر آئے۔) یعنی معجزے لے کر آئے۔ **فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا** (ترجمہ:۔تو ان لوگوں نے کہا کیا آدمی ہمیں ہدایت دے گا) کیونکہ ان کے زعم میں بشر (آدمی) آدمی کی طرف رسول نہیں ہوسکتا۔ پس انہوں نے ہدایت ورسالت کا انکار کر دیا پس وہ بشر کی رسالت پر حیرانی کا اظہار کر رہے تھے۔ اور پتھروں کی عبادت کا انکار نہیں کر رہے تھے بلکہ وہ اصنام کو سجدہ کرتے تھے وہ یہ نہیں کہتے تھے کہ پتھر سجود کے لائق نہیں ہے اور اسے بشر کا مسجود نہیں ہونا چاہئے۔ **فَكَفَرُوْا** (ترجمہ:۔پس انہوں نے کفر (انکار) کیا) رسولوں کا **وَتَوَلَّوْا** (ترجمہ:۔اور انہوں نے روگردانی کی) ایمان سے **وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ** (ترجمہ:۔اور اللہ بے نیاز ہو گیا) ان کی اطاعت وایمان سے۔ **وَاللّٰهُ غَنِيٌّ** (ترجمہ:۔اور اللہ غنی ہے مخلوقات سے۔ **حَمِيْدٌ** (ترجمہ:۔سزاوار ستائش ہے) بذات خود محمود ہے۔

(۷) **زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا**۔ (ترجمہ:۔کافروں نے گمان کیا) اور وہ اہل مکہ ہیں **اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا** (ترجمہ:۔کہ وہ ہرگز نہیں اٹھائے جائیں گے) موت کے بعد۔ اہل مکہ ''بعثت'' کا انکار کرتے تھے اور اہل طبائع اور دہریوں کا مذہب رکھتے تھے۔ **قُلْ** (ترجمہ:۔کہہ دیجئے) اے محمد ﷺ **بَلٰى** (ترجمہ:۔کیوں نہیں) یہ لن کے بعد کا اثبات ہے اور وہ بعثت ہے۔ **وَرَبِّىْ** (ترجمہ:۔میرا رب) یعنی اپنے رب کی قسم کھاتا ہوں۔ **لَتُبْعَثُنَّ** (ترجمہ:۔تم لوگ ضرور اٹھائے جاؤ گے) تہدید کا فائدہ دینے کے لئے

ہر قسم کے ساتھ اس خبر کی تاکید کی گئی۔ **ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ** (ترجمہ:۔ پھر جو کچھ تم نے کیا ہوگا اس سے تمہیں آگاہ کیا جائے گا) قبائح وشرور میں سے آگاہی دی جائے گی پھر تمہارے اعمال کے مطابق تمہارا محاسبہ کیا جائے گا۔ اور تمہیں جزاء دی جائے گی۔ **وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ** (ترجمہ:۔ اور یہ اللہ پر) یعنی بعثت (دوبارہ زندہ کرنا) اور جزاء۔ **يَسِيْرٌ** (ترجمہ:۔ آسان ہے) یعنی اللہ نے واضح کیا جس طرح اللہ اشیاء کی ایجاد پر قادر ہے اسی طرح اس کے بگاڑ کے بعد اسے لوٹانے پر بھی قادر ہے۔ یہ اس کی قدرت تامہ کی وجہ سے ہے۔ اور اس لئے کہ اللہ نے اشیاء کو پیدا کیا جبکہ وہ لاشئے تھیں پس انہیں ان کی ہلاکت کے بعد دوبارہ لوٹانا پہلی مرتبہ پیدا کرنے سے زیادہ آسان ہے۔ کیونکہ اللہ نے انہیں بغیر مادہ سے پیدا فرمایا۔ اور وہ اسے دوبارہ اٹھائے گا۔ جبکہ مادہ موجود ہوگا۔ کیونکہ اشیاء فنا ہونے کے بعد لاشئی نہیں ہوجاتیں بلکہ ان کی صورتیں اور شکلیں بگڑ جاتی ہیں اس لئے اس کی بعثت (اعادہ) پہلی مرتبہ کی تخلیق سے زیادہ آسان ہے۔

(۸) **فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ** (ترجمہ:۔ تو ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر) اور وہ محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ **وَالنُّوْرِ الَّذِیْٓ اَنْزَلْنَا** (ترجمہ:۔ اور اس نور پر جو ہم نے نازل کیا۔) یعنی قرآن جسے ہم نے محمد ﷺ پر نازل کیا۔ ''فآمنوا'' میں ''فا'' سے یہ بتایا گیا ہے کہ جو جملہ بعد میں ذکر کیا گیا وہ جزاء کی جگہ پر ہے۔ اس لئے تقدیر کلام اس طرح تھی۔ اگر معاملہ ایسا ہو جیسا کہ ذکر کیا گیا یعنی وجود البعث اور جزاء تو تم پر واجب ہے کہ تم ایمان لاؤ اللہ پر' اس کے رسول پر اور کتاب پر جو اس نے نازل کیا ان (رسول) پر ورنہ تم پر بھی وہ عقوبت نازل کریں گے جو ماضی کی امتوں پر نازل کی گئی۔ **وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ** (ترجمہ: اور اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے) تمہارے اعمال واحوال میں کچھ بھی اس پر مخفی نہیں پس وہ اس کی جزاء دے گا۔

(۹) **يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ** (ترجمہ:۔ وہ دن جب وہ (اللہ) تمہیں جمع کرے گا) کہا جاتا ہے کہ ظرف (اذا) میں عامل اللہ کا قول لتنبئون ہے۔ اور نحاس کی یہی رائے ہے۔ اور بعض نے کہا عامل اذکر ہے۔ ابوالبقاء نے کہا جس پر کلام دلالت کرتا ہے۔ وہ اس کا عامل تتفاوتون یوم یجمعکم ہوگا۔ جمہور قراء نے ''یا'' پر زبر اور عین پر پیش پڑھا ہے۔ (يَجْمَعُ) لیکن سلام' یعقوب' زید بن علی اور الشعبی نے نون کے ساتھ پڑھا ہے۔ اور خطاب اولین وآخرین امتوں سے ہے۔ **لِيَوْمِ الْجَمْعِ** (ترجمہ:۔ جمع ہونے کے دن) اور وہ روز محشر ہے۔ **ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ** (ترجمہ وہ دن گھاٹے کا دن ہے) اور یہ غبن سے تفاعل ہے ''اثنین'' میں سے نہیں ہے۔ بلکہ یہ واحد ہے تواضع اور تجاہل کی طرح اور غبن کے معنی ہیں۔ بغیر اس کی قیمت ادا کئے کسی چیز کا لینا اور یہ نام اس لئے دیا گیا کہ اس روز بعض اہل محشر کو قیمت نہیں ملے گی۔ ابن عباسؓ نے کہا یہ یوم القیامۃ کے اسماء میں سے ایک ہے۔ **وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ** (ترجمہ:۔ اور اسے ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہر بہتی ہوں گی) جمہور نے یکفر ویدخلہ کو یائے تحتانی کے ساتھ پڑھا لیکن اعرج' شیبۃ' ابوجعفر' طلحہ' نافع' ابن شامی اور مفضل نے عاصم وزید بن علی اور حسن کی روایت سے اس کے برخلاف نکفر و ندخلہ دونوں پر نون کے ساتھ پڑھا۔ **خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا** (ترجمہ:۔ جس کے اندر یہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے) یہ حال مقدرہ ہے اس میں مِن کے معنی کی روایت کی گئی اس کے معنی الجمیعت کے ہیں۔ اور ابداً تاکید ہے خلود کے لئے۔ **ذٰلِكَ** (ترجمہ:۔ یہ) یعنی باغات میں داخلہ اور گناہوں کی معافی۔ **الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ**

(ترجمہ:۔عظیم کامیابی ہے) وہ کامیابی جس کے مقابل کوئی کامیابی نہیں ہے کیونکہ اس کی عظمت اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

(۱۰) وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ (ترجمہ:۔اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا) یعنی ہماری واضح دلیلوں اور معجزات کو جھٹلایا۔ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ (وہی لوگ دوزخی ہیں اس میں ہمیشہ رہنے والے اور برا ہے وہ ٹھکانہ) یعنی کافروں اور جھٹلانے والوں کا ٹھکانہ برا ہے۔

(۱۱) مَآ اَصَابَ (ترجمہ:۔نہیں پہونچی) کسی کو بھی۔ مِنْ مُّصِيْبَةٍ (ترجمہ:۔کوئی مصیبت) یعنی مصائب۔ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ (ترجمہ:۔اللہ کی اجازت سے) فراء نے کہا حکم الٰہی کے ساتھ اور کہا جاتا ہے علم الٰہی کے ساتھ کہا جاتا ہے۔ اس کی قضا اور قدر سے اور یہی ابن عباسؓ کا قول ہے۔ اور معنی یہ ہیں۔ بلاشبہ مصائب تمام کے تمام انسان کا احاطہ کئے ہوئے ہیں۔ پس کوئی مصیبت نازل نہیں ہوتی سوائے اللہ کی اجازت سے۔ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ (ترجمہ:۔ جو شخص اللہ پر ایمان لاتا ہے اللہ اس کے قلب کی رہنمائی کرتا ہے) یعنی جس نے اللہ کی تصدیق کی اس کا دل مطمئن ہوگا۔ اسے یقین ہوتا ہے کہ اس پر کوئی بھی ناپسندیدہ شئی نہیں نازل ہوتی سوائے اس کے جو اللہ نے اس کے لئے مقدر کر دی ہو۔ پس وہ بلاء پر صبر کرتا ہے۔ قضاء پر راضی ہوتا ہے۔ مصائب پر مغموم نہیں ہوتا اور نہ ہی مرغوبات اور نعمتوں پر پھولا سماتا ہے۔ اور یہ اللہ کے عارفین کا حال ہے۔ جمہور نے یهدیاء کے ساتھ هدی کے مضارع کے طور پر پڑھا ہے مجزوم جواب شرط کے طور پر جو ہے "من یومن"۔ اور ابن جبیر' طلحہ' ابن ہرمز اور ازرق نے حمزہ کی روایت سے نون کے ساتھ پڑھا ہے۔ اور سلمیٰ' ضحاک اور ابو جعفرؒ نے یهد مفعول پر مبنی پڑھا ہے۔ اور قلبه کو مرفوع (بطور نائب فاعل) پڑھا ہے۔ اور عکرمہ' عمرو' ابن دینار' مالک بن دینار نے یهدا همزہ ساکنہ کے ساتھ پڑھا یعنی یطمئن قلبه اور همزہ کو حذف کر دیا گیا۔ اگر عام قاعدہ کے مطابق ایسا نہ ہو تو فصیح کلام میں ایسا واقع ہوتا ہے جیسا کہ زہیر کا شعر ہے۔

جری متی یظلم یعاقب بظلمه   سریعا والا یبد بالظلم یظلم

وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (ترجمہ:۔اور اللہ ہر شئے کو جانتا ہے) جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے ایمان و نفاق ہے اس پر مخفی نہیں ہے وہ کلیات و جزیات سے واقف ہے۔

(۱۲) وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ (ترجمہ:۔اور اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو) ہر اس معاملہ میں جس کا اللہ اور رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے ہر آن اور ہر زمان۔ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ (ترجمہ:۔اگر تم روگردانی کرو) یعنی اس کی اطاعت سے گریز کرو۔ فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ (ترجمہ:۔تو ہمارے رسول کے ذمہ تو صرف صاف صاف پہونچا دینا ہے) اور اس کے ذمہ اس کے علاوہ کچھ نہیں اس لئے کہ اس کی شان ہے ہدایت کا راستہ دکھانا اور ہدایت کی طرف پہونچانا تو اللہ کا فعل ہے۔ جیسے کہ اس نے فرمایا "ولو شاء لهداكم اجمعين" (النحل ۹) پس اسی طرح تمام خلفاء اللہ نے عمل کیا اور جواب شرط محذوف ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ فلا باس ولا ضرر.

(۱۳) اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (ترجمہ:۔وہی اللہ ہے اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں) یعنی عبادت کا حقدار اللہ کے سوا

کوئی نہیں ہے۔ **وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ** (ترجمہ:۔اور مومنوں کو اللہ ہی پر توکل کرنا چاہئے۔) اس لئے توحید کے تمام اعتقاد کا پورا ہونا توکل کے بغیر ثابت نہیں ہوتا پس اس کی نظر ظاہری اسباب پر نہیں ٹھیرتی۔

(۱۴) **يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ** (ترجمہ:۔اے ایمان والو تمہاری بعض بیویاں اور اولاد تمہارے دشمن ہیں) تم سے عداوت رکھتے ہیں کہ کسی طرح تمہیں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت سے پھیر دیں اور وہ تمہیں دنیا اور شہوات باطلہ کی تحریص دلاتے ہیں۔ **فَاحْذَرُوْهُمْ** (ترجمہ:۔پس ان سے ہوشیار رہو) ان کے مکر وحیلوں سے اور اس کے کہیں وہ تمہیں اپنے پھندوں میں گرفتار نہ کرلیں اور تم اللہ اور اس کے رسول کی طاعت سے منہ پھیرنے لگو۔اس قول میں ضمیر منصوب ازواج واولاد پر لوٹتی ہے۔اور کہا جاتا ہے کہ العدو کی طرف ہے اس لئے کہ اس کا اطلاق جمع پر ہوتا ہے۔جیسے کہ اللہ نے فرمایا **فانهم عدولی**۔ **وَاِنْ تَعْفُوْا** (ترجمہ:۔اور اگر تم معاف کردو) ان کے گناہوں کو انتقام نہ لیتے ہوئے۔ **وَتَصْفَحُوْا** (ترجمہ:۔اور درگزر کرو) ان سے گریز برتنے سے اور انکی ملامت کو چھوڑنے سے۔ **وَتَغْفِرُوْا** (ترجمہ:۔اور بخش دو) ان کے عذروں کے اخفاء کے ذریعہ۔ **فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ** (ترجمہ: تو اللہ بلاشبہ بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے) تمہیں مغفرت ورحمت پہونچانے والا ہے اور یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ باپ کو جائز نہیں ہے کہ اپنے بیٹے کے گناہوں پر درشت رویہ اختیار کرے اس کے معذرت کرنے کے بعد بلکہ اسے چاہئے کہ اس سے درگزر کرے اور اسے معاف کردے۔روایت کی جاتی ہے کہ ابن عباسؓ سے پوچھا گیا اس آیت کے بارے میں تو آپ نے فرمایا کہ یہ وہ اہل مکہ ہیں جنہوں نے اسلام قبول کیا اور چاہا کہ نبی ﷺ کے پاس آجائیں تو ان کی ازواج نے انکار کردیا کہ وہ وہاں جائیں۔پس جب وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آگئے لوگوں کو دین کو سمجھتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے سمجھا کہ یہ ان کو سزا دیں گے۔پس اللہ نے یہ آیت نازل کی۔

(۱۵) **اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ** (ترجمہ:۔بیشک تمہارا مال اور تمہاری اولاد آزمائش کی چیز ہیں) جہاں تک مال کے فتنہ ہونے کا سوال ہے وہ تو ظاہر ہے نفس برائیوں کو انسان کی نظر میں خوشنما بنا دیتا ہے۔پھر جب مال اس کی معاونت کرتا ہے تو معاصی کا ارتکاب کرنے لگتا ہے۔اسی لئے انسان کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ طلب مال اور دنیا میں کوشاں رہے۔اور جہاں تک اولاد کے فتنہ ہونے کا سوال ہے اس لئے کہ ان کا باپ ان کے حسن تربیت اور اصلاح معیشت میں اپنی صحت اور ارادہ کو صرف کرتا ہے۔پس دنیا کے حصول میں مستغرق ہو جاتا ہے۔اور کمائی میں جٹ جاتا ہے۔ان کے چکر میں اللہ کی اطاعت سے دور ہو جاتا ہے۔جیسا کہ اللہ نے فرمایا۔ **یاایها الذین امنوا لا تلهكم اموالكم ولا اولادكم عن ذكر الله ومن يفعل ذالک فاولئک هم الخاسرون**۔اور معنی یہ ہیں کہ تمہاری اموال اولاد امتحان وآزمائش ہے اس لئے کہ یہ انسان کو امتحان وآزمائش میں ڈال دیتے ہیں۔ بلکہ گناہ میں اور عقوبت میں ڈال دیتے ہیں۔اور اس سے بھی بڑی آزمائش ہے۔اکثر لوگوں کا یہ حال ہے اور بہت ہی کم اس کے برعکس پایا جاتا ہے۔اموال کو اولاد پر مقدم کیا ہے۔اس لئے کہ وہ زیادہ بڑا فتنہ ہے۔اور اسی کی طرف اشارہ فرمایا۔ **كلا ان الانسان ليطغىٰ ان راه استغنى**۔(العلق ٦) اسی وجہ سے دولت مندوں نے تکبر کیا اور سرکشی اختیار کرلی یہاں تک کہ ربوبیت کا دعویٰ کردیا۔ **وَاللّٰهُ**

عِندَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ (ترجمہ:۔اور اللہ کے پاس زبردست اجر ہے) اس شخص کیلئے جس نے اللہ کی مرضی اختیار کی۔ اور اس کی طاعت کی اور اجر عظیم سے جنت مراد ہے۔ پس مومن کے لئے سب سے عظیم اجر جو ہوسکتا ہے وہ جنت ہے اور اس سے بھی بڑا اجر دیدار الٰہی ہے۔

(۱۶) فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ (ترجمہ:۔تو جہاں تک تم سے ہوسکے اللہ سے ڈرتے رہو) یعنی اپنی پوری قوت صرف کرڈالو۔ دوسری جگہ اللہ نے فرمایا فاتقوا الله حق تقاته۔ بعض اہل علم نے کہا کہ یہ سورۃ اس آیت فاتقوا لله حق تقاته (آل عمران ۱۰۲) کو منسوخ کرنے والی ہے۔ اور ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اس میں کوئی نسخ نہیں ہے۔ لیکن حق تقاته یہ ہے کہ وہ جہاد کریں۔ جیسا کہ اس کا حق ہے۔ اور اللہ کے ساتھ عدل وانصاف پر قائم ہوجائیں۔ میں کہتا ہوں فاتقوا الله حق تقاته کے معنی ہیں استطاعت کی حد تک کیونکہ اللہ کسی جان کو اس کی وسعت تک ہی تکلیف دیتا ہے۔ پس اس میں نسخ نہیں ہے وَاسْمَعُوْا (ترجمہ:۔اور تم جب سنو) جو تمہیں حکم دیا گیا ہے۔ قبول کرنے والا سنتا ہے۔ وَاَطِيْعُوْا (ترجمہ:۔اور اطاعت کرو) اس کی جس کا اللہ اور اس کے رسول نے تمہیں حکم دیا ہے۔ وَاَنْفِقُوْا (اور خرچ کرو) اللہ نے جو عطا کیا یعنی ان اموال میں سے مصارف الخیر (نیکی کے کاموں) میں خرچ کرو۔ اور اس سے مراد زکواۃ کے علاوہ خرچ کرنا ہے۔ اور یہ انفاق ہمارے نزدیک واجب ہے۔ کیونکہ اللہ نے دوسری جگہ ارشاد فرمایا۔ لن تنالوا البر حتى تنفقوا مما تحبون۔ (آل عمران ۹۲) یعنی اپنی اموال میں سے۔ خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ (ترجمہ:۔یہ تمہارے لئے بہتر ہے) فعل مضمر کا منصوب ہے اور ایتوا فی الانفاق خيرا لكم اوقدموا خيرا لكم. یہ سیبویہ کا قول ہے۔ کسائی اور فراء نے کہا اس کی تقدیر انفاقا خیراً ہے پس اس میں مفعول مطلق محذوف ہے اور ابوعبید نے کہا۔ اس کی تقدیر یکن الانفاق خيرا ہوجائے گی اور کوفیوں نے کہا کہ یہ منصوب حال ہونے کی وجہ سے ہے اور کہا جاتا ہے یہ مفعول بہ ہے انفقوا کا۔ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ (ترجمہ:۔اور اپنے نفس کے بخل سے بچالیا گیا) الشح بمعنی البخل اور یہ مال وغیرہ کے لئے عام ہے کہا جاتا ہے فلان شحيح بالمال وشحيح بالجاه. کہا جاتا ہے کہ الشح کے معنی ہیں الظلم۔ ابن الاعرابی نے کہا۔

لسانک مفسول ونفسک شحة وعند الثريا من صديقک مالكا

یعنی من كان بمعزل عن البخل۔ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (ترجمہ:۔پس یہی لوگ فلاح یاب ہوں کے) یعنی ہر مقصد میں کامیاب ہوں گے۔

(۱۷-۱۸) اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا (ترجمہ:۔اگر تم اللہ کو قرض حسنہ دو گے) پس تم صرف کرتے رہو اپنے اموال کو نیکیوں کی راہ میں اور اسی میں سے قرضہ حسنہ ہے۔ يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ (ترجمہ:۔وہ اسے تمہارے لئے دگنا کردے گا) ایک نیکی کو سات سو تک بڑھا دے گا جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا۔ وَيَغْفِرْ لَكُمْ (ترجمہ:۔بخش دے گا) تمہارے گناہ۔ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ (ترجمہ:۔اللہ بڑا قدردان اور بردبار ہے وہ چھپے اور ظاہر اعمال کو جاننے والا ہے) یعنی جو پوشیدہ ہے اور جو حاضر ہے۔ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (ترجمہ:۔وہ بڑا زبردست حکمت والا ہے) یعنی الغالب القاھر۔ ابن الانباری نے کہا کہ الحكيم کے معنی ہیں "التحكم لخلق الاشياء" یعنی اشیاء کی تخلیق کے لئے حکم دینا۔